مسلکی بنیاد پر فتوی اہل علم کی نظر میں: ایک تحقیقی جائزہ

Fatwa on religious basis in the consideration of scholars: A research analysis

Javed Ali
PhD Scholar, Department of Islamic Studies,
shaheed Benazir Bhutto university, Sheringal, Dir upper
Email: javidali5740@gmail.com

Dr. Sami ul Haq
Assistant Professor, Department of Islamic Studies,
shaheed Benazir Bhutto university, Sheringal, Dir upper
Email: haq@sbbu.edu.pk

ABSTRACT

Fatwa is a fundamental thing in Islamic sharia.this is a satisfactory answer to the upcoming problems but the scholars differ in giving fatwas.There are two types of opinions among the thinkers of islam regarding religiously based fatwas one group claims that the four Masaliks have been codified,so fatwa should be given according to these masaliks and should not gets out of these masaliks and should adopt one of these masaliks so that it is not acted on the basis of selfish desires,because many scholars may disagree on an issue, then once the justification of the issue will be followed and a fatwa will be given.And the scond time on the illegal,that is ,once there will be a fatwa and action on the opinion of a scholar, and the second time the opinio of another scholar will be accepted, then the religion will be subordinated to desires, therefor,a ftwa should be given on a religious basis and not on the basis of self desirs. Some of the scholars are convinced of strictness,but some of them are convinced of relaxation.another group says that masalik arbaa is a much later production. Ther was no such concept during the time of the companions of the prophet and the tabieen, but people used to go to the scholar of intercession.and they use to accept there fatwa and next time they would go to another scholar for intercession. Companions of rasool(SAW) and tabieen did not solve problems by religious grouping.this issue is controversial among the scholar of islam, hence the researcher want to present the opinion of scholars in a rsearch style.

Keywords: Maslak, Fatwa, Scholar, companions, Tabieen, desires, opinion, religious, Islam, research

تاریخی جائزہ

اللہ تعالی نے محمد عربی ﷺ کو دنیا میں لوگوں کی راہنمائی کے لئے بھیجا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تبارک وتعالی کا پیغام لے کر دنیا میں اعلان کیا کہ اے لوگوں اللہ تعالی نے مجھے پیامبر بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تعالی نے اپنے اس پیغام میں واضح طور پر فرمایا کہ "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا "[1]

ترجمہ: میں نے آج اس دین کو تمہارے لئے مکمل کیا اور اسلام کو تمہارے لئے بطور دین منتخب کیا۔

اللہ تعالی نے دین کو مکمل کیا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ دین اسلام صرف عرب کے لئے نہیں ہے بلکہ تمام دنیا کے لئے ہر میدان میں راہنمائی کا ذریعہ ہے۔ دنیا میں کروڑوں، اربوں کی تعداد میں لوگ رہتے ہیں۔ ان کے طور طریقے ان کی زبانیں مختلف ہیں۔ یہ عربی ہے اور یہ عجمی پہچان کا یہ طریقہ زمانہ قدیم سے رائج ہے۔ جب انسان اس معاشر میں رہتا ہے تو ان کے آپس میں ہزاروں معاملات طے پاتے ہیں، ظاہر ہے کہ ان انسانوں میں مختلف ادیان سے تعلق رکھنے والے بھی موجود ہیں لیکن اہل اسلام کے لئے راہنمائی کی آخری کتاب قرآن مجید ہے اور یہ کتاب حضرت محمد ﷺ پر اتری ہے۔ نبی کریم ﷺ نے قرآن مجید کے احکامات پر عمل کرکے دنیا کے سامنے پیش کی ہے۔ قرآن مجید کو اکثر احکام کلی شکل میں پیش کی گئی ہیں جبکہ نبی کریم ﷺ نے ان احکامات کے بعض اجزاء سے متعلق ہمیں سمجھایا ہے، گویا قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی تعلیمات میں ہر دور کے لئے راہنما اصول موجود ہیں اور ان ہی تعلیمات سے ہر زمانے کے مسائل حل ہوسکتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ قرآن مجید تقریبا چودہ سو سال پہلے نازل ہوا اور اس میں اعلان ہوا کہ دین مکمل ہوگیا تو تکمیل دین کے بعد ہزاروں کی تعداد میں جو مسائل پیدا ہوگئے تو کیا ان کے بارے میں پیش گوئیاں موجود ہیں جن کی بنیاد پر حوادث کا حل نکالا جاتا ہے؟ یا ان کے بارے میں اشارات وکنایات موجود ہیں جن کو بنیاد بنا کر فیصلہ کیا جاتا ہے؟ اور اگر پیش گوئی یا اشارات موجود ہیں تو موجودہ دور میں یا ہر دور میں ہر کوئی مسلمان اللہ تعالی کے قانون کو خود بخود سمجھ جاتا ہے یا چند مخصوص افراد ان کو حل کرکے لوگوں کو بتائیں گے یا ماضی میں چند مخصوص افراد کو یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی جنہوں نے ان کو حل کرکے آئندہ لوگوں کے لئے ایک قانون بنا کر ان کی ضرورت پوری کی اور اب مزید تحقیق کی ضرورت نہ ہوگی۔ ان سوالات کو بنیاد بنا کر موضوع "مسلکی بنیاد پر فتوی نویسی کی شرعی اور فقہی حیثیت پر بحث کی جاتی ہے۔ جو مندرجہ ذیل اجزاء پر مشتمل ہے۔

لغوی مفہوم

فتوی عربی زبان کا لفظ ہے۔ لغت میں فتوی اسم مصدر ہے۔ اس مادہ کے دیگر الفاظ "افتی، یفتی، افتاء، فتاو، فتاوی وغیرہ الفاظ ہیں۔ اہل لغت نے اس لفظ، فتوی، کے مختلف معانی نقل کئے ہیں، جیسا کہ سخاوت، قوت، وغیرہ۔ اسی طرح فتوی کے لفظی معنی کے بارے میں امام راغب نے لکھا ہے کہ "فتیا اور فتوی مشکل احکام کے بارے میں دئے جانے والے جواب کو کہا جاتا ہے"۔[2]

زین الدین محمد بن ابی بکر نے فتوی کی بحث میں، الفتی، کا لفظ بھی شامل کیا ہے کہ اسی طرح فتی اور فتیۃ، نوجوان لڑکے اور لڑکی کو کہتے ہیں"۔ اور فتاء سخی شخص کو بھی کہا جاتا ہے، جس کا جمع فتیان اور فتیۃ ہے"۔[3]

محمد بن حسین الجیزانی لکھتے ہیں کہ "فتوی اور فتیا لفظا حکم کی وضاحت کو کہا جاتا ہے"۔[4]

مذکورہ لفظی تحقیقات کے بارے میں اہل لغت نے مختلف آراء نقل کئے ہیں، تحقیقات میں بعض مختصر ہیں اور بعض کے بارے میں تفصیلات ہیں۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ لفظ فتوی مضبوط اور تسلی بخش جواب کو کہا جاتا ہے جیسا کہ سورۃ یوسف میں اللہ تعالی نے اس بادشاہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس نے کہا کہ "یاایھاالملا افتونی فی رؤیای ان کنتم للرئاتعبرون"۔[5]

ترجمہ: اے قوم کے معززین مجھے میرے خواب کا تسلی بخش جواب دیجئے اگر تم خواب کی تعبیر دینے میں ماہر ہو۔

اصطلاحی مفہوم

فتوی کی اصطلاحی تعریف کے بارے میں علماء لغت نے چند تعریفات کا تذکرہ کیا ہے جن میں سے بعض کا تذکرہ اس مقام پر کیا جاتا ہے۔

علامہ دسوقی کہتے ہیں کہ" (الفتوی)وھی اخبار بالحکم الشرعی علی غیر وجه الالزام"۔[6]

ترجمہ: حکم شرعی کے بارے میں خبر دینے کو فتوی کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ فی الحال مستفتی پر لازم نہیں ہوتا۔

مصطفی بن سعد الرحیبانی نے لکھا ہے کہ "فتیا، افتی یفتی افتاء سے مصدر ہے سائل نے جس مسئلے کے بارے میں پوچھا ہے اس کے بارے میں حکم شرعی کی وضاحت کو فتیا کہا جاتا ہے لیکن بغیر لزوم کے اور قضاء حکم شرعی کی وضاحت مع اللزوم ہے"۔[7]

تعریفات کا خلاصہ

تمام تعریفات کا خلاصہ یہ ہے کہ فتوی مضبوط اور تسلی بخش جواب کو کہا جاتا ہے اور اصطلاح میں حکم شرعی کے بارے میں خبر دینے کو فتوی کہا جاتا ہے لیکن فی الحال مستفتی پر ماننا لازم نہیں ہوتا۔ یعنی اگر مستفتی مفتی کے فتوی سے مطمئن نہ ہو جائے اس کو یقین نہ ہو جائے تو اس پر فتوی ماننا لازم نہیں ہے اور اگر مستفتی کو اس مفتی کے فتوی پر یقین آجائے یا اور کوئی زیادہ جاننے والا مفتی نہ ہو اور خود بھی کوئی دلیل نہیں جانتا اور اس کو یقین ہو کہ یہ مسئلہ صحیح بیان کیا گیا تو اس وقت اس پر عمل کرنا لازم ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے "ولئن اتبعت اھواھم بعد الذی جاءک من العلم مالک من اللہ من ولی ولا نصیر"۔[8]

ترجمہ: اگر اس علم کے بعد جو تمہارے پاس آچکا ہے تم نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ کی پکڑ سے بچانے والا کوئی دوست اور مددگار تمہارے لئے نہیں ہے۔

اس ایت سے یہ بات ہر شخص کے لئے واضح ہے کہ اگر کوئی شخص سمجھ جائے یا کوئی اس کو سمجھائے کہ اللہ تعالی کی طرف سے یہ حکم ہے تو اس شخص پر یہ حکم ماننا لازم ہو جاتا ہے۔

مسلکی بنیاد پر فتوی اہل علم کی نظر میں

مسلکی بنیاد پر فتوی میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے۔ بعض علماء اس بات کے قائل ہیں کہ مسالک اربعہ میں سے کسی ایک مسلک جو اس کو صحیح معلوم ہوتا ہے اس کے مطابق، فتوی دینا چاہئے اور پھر عمل بھی اس مسلک کے مطابق کرنا چاہئے اور اس مسلک سے نہیں نکلنا چاہئے۔ جن میں سے بعض نے اس بات پر اجماع امت کا دعوی بھی کیا ہے۔ ان علماء کے علاوہ ایک اور جماعت بھی ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ کوئی ایک مسلک کے مطابق فتوی نہیں دینا چاہئے بلکہ قرآن وسنت کو بنیاد بناکر تحقیق کرنی چاہئے اور جس عالم کی رائے قرآن وسنت کے ساتھ زیادہ موافق ہو اس کو لینا چاہئے اور گروہ بندیاں اور اس طرح کے مسالک مذاہب بنانا خیر القرون کا طریقہ نہیں تھا۔ اس مقام پر ان دونوں اہل فکر و نظر میں سے قدیم وجدید علماء کی آراء کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

مسالک اربعہ کے قائل علماء اور ان کے اقوال

پہلا گروہ

ان اہل علم و نظر کے علماء میں سے چند مفکرین اور ان کی آراء کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو اس بات کے قائل ہے کہ مسالک اربعہ سے نہیں نکلنا چاہئے بلکہ ان میں سے جس مسلک کے دلائل قوی اور مضبوط سمجھے تو اس مسلک کے مطابق تمام تر فتوے اور ان پر عمل کرنا چاہئے سوائے چند مسائل کے جو ضرورت کی وجہ سے دوسرے مسلک کے فتوے کے مطابق حل کئے جاسکتے ہیں۔

(1) ان اہل فکر و نظر علماء میں سے ایک عالم امام دامغانی ہے۔ ڈاکٹر خالد کبیر علال نے امام دامغانی کا قول نقل کیا ہے جس کو امام ابن جوزی نے بھی نقل کیا ہے کہ "ومن مظاهر مبالغاتهم ایضا ماادعاه قاضی القضاة علی بن محمد الدامغانی الحنفی عند مامنع ان یحکم فی القضاء بغیر رائی ابی حنیفة وصاحبیه ،محمد وابی یوسف واعلن امام الملاء باعلی صوته بانه لم یبق فی الارض مجتهد فانکر علیه الفقیه المجتهد ابوالوفاء بن عقیل الحنبلی مادعاه ان کلامه هذا فیه فساد کبیر"۔[9]

ترجمہ: ان کے مبالغات میں سے ایک یہ بھی ہے جس کا دعوی قاضی قضاۃ علی بن محمد الدامغانی نے کیا تھا ،جب اس نے قضاء میں ابو حنیفہؒ اور اس کے شاگردوں، محمد اور ابو یوسف کی رائے کے بغیر قضاء (فیصلہ) کو منع کیا اور قوم کے سامنے بآواز بلند اعلان کیا کہ زمین میں کوئی مجتہد باقی نہیں رہا تو فقیہ اور مجتہد ابو الوفاء بن عقیل الحنبلی نے اس کے دعوی سے انکار کیا اور کہا کہ اس کی اس بات میں بہت بڑا فساد ہے۔

(2) امام ابو بکر الجوزجانی کی رائے

ایک مسلک کو ترک کر کے دوسرے مسلک کو اختیار کرنے پر امام ابو بکر الجوزجانی کے قول کو ابن العابدین شامی نے نقل کیا ہے کہ "ایک حنفی مسلک نے اہل حدیث کی لڑکی سے نکاح کا پیغام بھیجا، اس نے کہا: اگر تو اپنا مذہب چھوڑ دے تو میں نکاح کے لئے تیار ہو تو حنفی نے اس شرط کو قبول کیا اور نکاح ہو گیا تو اس وقت کے شیخ امام ابو بکر الجوزجانی نے یہ سنا تو افسوس کیا اور فرمایا" نکاح تو جائز ہے لیکن مجھے اس شخص کے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے"۔[10]

اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو بکر الجوزجانی کے نزدیک مسلک کی تبدیلی گناہ ہے اس لئے کہ اس نے سوء خاتمہ کا تذکرہ کیا ہے۔

(3) ابن الہمام حنفی کی رائے

ابن الہمام حنفی نے لکھتے ہیں کہ "اسی بنیاد پر ائمہ اربعہ ہی کی تقلید متعین ہے نہ کہ دوسرے ائمہ کی اس لئے کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب مکمل مدون ہو چکے ہیں اور ان مذاہب میں مسائل تحریر میں آچکے ہیں اور دوسرے ائمہ کے مذاہب میں یہ چیز نہیں ہے اور ان کے متبعین بھی ختم ہو چکے ہیں اور تقلید کا ان چار اماموں میں منحصر ہو جانا صحیح ہے"۔[11]

(4) قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی رائے

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہے کہ "تیسری یا چوتھی صدی کے فروعی مسائل میں اہل سنت والجماعت کے مذاہب رہ گئے کوئی پانچواں مذہب باقی نہیں رہا تو گویا اس امر پر اجماع ہو گیا کہ جو قول ان چاروں کے خلاف ہے وہ باطل ہے"۔[12]

(5) مفتی تقی عثمانی کی رائے

دور جدید کے علماء میں سے دیوبندی مکتبہ فکر کے معاصر علماء میں سے مفتی تقی عثمانی بھی مسلکی پابندی کا قائل ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ "ایک عامی شخص کی تقلید ہے ایک ماہر عالم کی تقلید ہے ایک مجتہد فی المذہب کی تقلید ہے اور ایک مجتہد مطلق کی تقلید ہے"۔[13]

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ماہر عالم بھی کسی متعین امام کے اصول و قواعد کے مطابق فتوی دینے کا پابند ہو گا لیکن بعضِ اوقات دلیل کی بنیاد پر اپنے امام کے قول کو چھوڑ سکتا ہے۔

دوسرا گروہ۔

اس موضوع میں دوسرا گروہ اس بات کے قائل ہے کہ فتوی نویسی میں یا دین پر عمل کرنے کے لئے کسی متعین مذہب کو اختیار کرنا درست نہیں ہے۔ ان کے مطابق یہ نبی ﷺ کی وفات کے دو سو سال بعد ان باتوں کی ایجاد

ہوئی ہے۔مسالک اربعہ بننے سے پہلے فتوی نویسی متعین عالم سے خاص نہیں تھا بلکہ جس مسئلہ میں کوئی اعلم الناس تھا تو اس سے فتوی طلب کیا جاتا تھا اور اگر بعد میں اس کو معلوم ہوتا تھا کہ اس نے غلط فتوی دیا ہے تو اس سے رجوع کرکے صحیح رائے کو اختیار کرتا تھا۔ان علماء میں سے قدیم اور جدید چند علماء کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

(1)ابن تیمیہ کی رائے

امام ابن تیمیہ کسی ایک مسلک کے مطابق تمام مسائل کو حل کرنے اور ایک مسلک کی پابندی کے بارے میں کہتے ہیں کہ "اگر ایہ دروازہ کھل جائے تو اللہ اور اس کے رسول سے اعراض ہو جائے گا اور ہر امام کی اتباع نبی کے درجے میں باقی ہو گی اور یہ دین کی تبدیلی ہے اور یہ اس قول کے مشابہ ہے جو اللہ تعالی نے نصاری کا عیب بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "انہوں نے اپنے درویشوں اور پیروں اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا خدا بنا لئے تھے"۔[14]

(2)ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی رائے

ڈاکٹر یوسف القرضاوی سے کسی نے سوال پوچھا ہے کہ کسی ایک ہی مسلک کی مکمل تقلید کے سلسلے میں آپ کا کیا موقف ہے؟تو اس کے جواب میں قرضاوی نے تفصیلی جواب لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے،سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اسلامی فقہ صرف چار مسلکوں تک محدود نہیں ہے (2)ائمہ اربعہ نے یہ دعوی نہیں کیا ہے کہ وہ معصوم عن الخطاء ہیں اور ان سے غلطی نہیں ہو سکتی ان کی اجتھاد کی بنیاد قرآن وسنت پر تھی۔(3)کسی ایک مسلک کا اتباع کرنا نہ فرض ہے اور نہ سنت بلکہ حق بات یہ ہے کہ ایسی تقلید قرآن وسنت کی رو سے جائز نہیں ہے۔(4)ہمارے سلف صالحین نے تقلید کے لئے بڑے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔(5)ضروری نہیں ہے کہ جو رائے سب سے زیادہ مشہور ہو جس کے ماننے والے کثرت میں ہو وہی رائے سب سے زیادہ صحیح رائے ہو یا جس رائے کے ماننے والے اقلیت میں ہو وہ رائے سرے سے غلط ہو کیونکہ کسی رائے کے صحیح یا غلط ہونے کا دارومدار اس کی شہرت اور اس کے متبعین کی کثرت پر نہیں ہے بلکہ دلیل کے مضبوط اور معتبر ہونے پر ہے ورنہ اسلام کبھی دین حق نہ ہوتا کیونکہ اس کے ماننے والے دنیا میں ہمیشہ اقلیت میں رہے ہیں(6)اجتھادی مسائل میں اختلاف کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ اسے اپنی عزت اور وقار کا مسئلہ بنا کر تفرقہ اور دشمنی کی صورت پیدا کرلی جائے۔۔۔تمام لوگوں کو کسی ایک مسلک کا پابند بنا دینا یا اجتھاد کا دروازہ بند کردینا شریعت کی رو سے ایک غلط عمل ہے کیونکہ یہ عمل قرآن وسنت اور صحابہ کرام کے عمل کے خلاف ہے۔اس طرح کی فکر اس زمانے کی پیداوار ہے جب مسلمانوں میں علمی جہالت اور ہر طرح کی پسماندگی آگئی۔۔۔البتہ اگر کوئی شخص قرآن وسنت کی دلیل کی بنیاد پر کسی رائے کو لائق ترجیح سمجھتا ہے اور اس سے اجتھاد کرتا ہے خواہ یہ رائے کسی بھی مسلک کے مطابق ہو ہو تو اس کا یہ عمل نہ صرف جائز ہے بلکہ لائق ستائش ہے"۔[15]

(2) مولانا مودودی کی رائے

مولانا مودودی سے فرقہ پرستی کے بارے میں سوال کیا گیا ہے تو اس نے جواب میں کہا ہے کہ "مسائل دین میں اختلاف بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ صحابہ کرام میں تھا ان میں رائے کا اختلاف بھی تھا اور تعبیر کا اختلاف بھی تھا لیکن یہ اختلاف تعمیری تھا ایک ہی حکم کے سلسلے میں صحابہ کرام میں مختلف عمل ملتے ہیں اور یہ تمام اعمال ثابت ہیں لیکن اختلاف عمل کے باوجود ان میں فرقہ بندی نہ تھی اور اختلاف مسلک کے باوجود ایک مسجد میں نماز پڑھتے تھے ان سے سبب پوچھا جاتا تھا کہ آپ کا مذہب کیا ہے ؟ تو اختلاف مسلک و عمل کے باوجود ایک ہی جواب دیتے تھے ہمارا مذہب اسلام ہے ہمارا دین اسلام ہے ہمارا مسلک اسلام ہے اور ہم مسلمان فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں ہمہ وقت مسلم ہیں اور ہم سب کے امام اعظم حضور ﷺ ہے۔ مولانا نے تامل کیا پھر فرمایا ہم انہی کی تقلید کرتے ہیں، جہاں تک دیگر اہل علم یا خادمان اسلام کا تعلق ہے تو وہ سب ہمارے لئے واجب الاحترام ہیں ہم ان کے یکساں قدرداں اور تابع فرمان ہیں ہمارا یہ معاملہ نہیں کہ ہم فلاں امام کو مانتے ہیں لیکن فلاں کو نہیں مانتے ہم ان تمام قابل احترام ہستیوں کو جنہوں نے اسلام کی بیش بہا خدمت کی ہے اپنا امام اور راہنما مانتے ہیں اور ان سے یکساں استفادہ کرتے ہیں باقی جہاں تک تفضیل مراتب کا تعلق ہے تو یہ انبیاء علیہم السلام میں بھی موجود ہے"۔[16]

(3) شیخ عبد العزیز بن باز کی رائے

سعودی عرب کے مشہور عالم شیخ عبد العزیز بن باز کہتا ہے کہ "فقہ میں میرا مذہب امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے، تقلید کی حیثیت سے نہیں ہے بلکہ اتباع کی حیثیت سے ہے اور اختلافی مسائل میں میرا طریقہ یہ ہے کہ میں دلیل کے مطابق ترجیح دیتا ہوں اور اسی طرح فتوی بھی دیتا ہوں خواہ دلیل حنبلی مذہب کے موافق ہو یا مخالف کیونکہ حق پیروی کا زیادہ حقدار ہے"۔[17]

(4) شیخ ابن عثیمین کی رائے

سعودی عالم شیخ ابن عثیمین کہتا ہے کہ "امام ابو حنیفہ امام احمد، امام شافعی، اور امام مالک رحمھم اللہ اور ان کے علاوہ دیگر اہل علم کا مذہب غلط بھی ہو سکتا ہے اور درست بھی ہو سکتا ہے اور ہر ایک کے قول کو لیا بھی جاسکتا ہے اور چھوڑا بھی جاسکتا ہے سوائے رسول اللہ ﷺ کے قول کے جو کہ آپ کا فرمان واجب الاتباع ہے۔ لہذا اس مدرس پر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کو فقہ حنفی پڑھائے لیکن شرط یہ ہے کہ جب اس کے خلاف دلیل مل جائے تو وہ اس کی پیروی کریں اور ابو حنیفہ کی رائے چھوڑ دیں اور اپنے طالب العلموں کو بتائے کہ دلیل ہی حق ہے"۔[18]

مختلف آراء کا تحقیقی جائزہ

مسلکی بنیاد پر فتوی نویسی کے بارے میں دو قسم کی آراء کا تذکرہ کیا گیا۔ پہلی رائے کے مطابق مسلکی بنیاد پر فتوی نویسی واجب ہے اور اس کی خلاف ورزی کرنا گناہ ہے لیکن مذکورہ علماء میں سے مفتی تقی عثمانی کی رائے میں کچھ نرمی پائی جاتی ہے۔ دوسری رائے کے قائلین کا موقف یہ ہے کہ مسلکی بنیاد پر فتوی نویسی فرض واجب نہیں ہے، بلکہ تحقیق کرنے کے بعد قوی دلیل کی بنیاد پر قائم کردہ رائے قابل عمل ہے خواہ وہ رائے کسی بھی امام کے موافق ہو یا مخالف اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

پہلی رائے کے قائلین پر تبصرہ

پہلی رائے کے قائلین کی تعداد تو بہت زیادہ ہے۔ اور یہ بات زبان زد عام ہے کہ مسلک سے نہیں نکلنا چاہئے ،کسی ایک مسلک کے مطابق فتوی نویسی کرنا چاہئے اور اس کی وجہ سے آج کل مسالک اربعہ مشہورہ موجود ہیں۔ پہلی رائے کے قائلین کا دعوی ہے کہ اگر ایک مسلک کی بنیاد پر فتوی نویسی نہ ہو جائے تو خواہشات نفس کی پیروی ہو جاتی ہے، اور خواہشات نفس کی پیروی گمراہی کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مجتہدین مطلق کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے، اس لئے ان چار ائمہ کے اصول کے مطابق فتوی دینا چاہئے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اگر اجتہاد مطلق کا دروازہ کھل جائے تو نااہل لوگ اجتہاد کا دعوی کر کے دین میں بگاڑ پیدا کریں گے۔

دوسری رائے کے قائلین پر تبصرہ

دوسری رائے کے قائلین کہتے ہیں کہ مسالک اربعہ مشہورہ تو بہت بعد کی پیداوار ہے رسول اللہ ﷺ کے دور میں وحی نازل ہو جاتی تھی نوازل کا حل وحی کی بنیاد پر تھا، پھر صحابہ کرام کا دور آ گیا اس میں تمام صحابہ کوئی خاص شخص کے مسلک کے مطابق فتوی نہیں دیتے تھے بلکہ جس شہر میں اعلم الناس شخص ہوتا تھا تو وہ فتوی دیتا تھا۔ صحابہ کرام کے بعد تابعین کا دور آ گیا تو انہوں نے وہ طریقہ اختیار کیا تھا جو صحابہ کرام کا تھا۔ اس لئے صحابہ کرام اور تابعین کے ادوار میں مسلکی بنیاد پر فتوی نویسی کا کام نہیں تھا۔ ہر ایک عالم تحقیق کرتا تھا اور جو تحقیق دلیل کی بنیاد پر تھی تو اس پر عمل ہوتا تھا اور تابعین میں سے بعض کسی ایک شخص کے تمام اقوال کو لینا پسند نہیں کرتے تھے۔ بلکہ وہ کہتے تھے کہ صرف رسول اللہ ﷺ کی تمام باتوں کو لینا لازمی ہے رسول اللہ ﷺ کی امت میں سے کسی ایک شخص کے تمام اقوال لینا لازمی نہیں ہے۔

ان دونوں آراء میں سے پہلی رائے کے قائلین نے جن خدشات کا تذکرہ کیا ہے یہ خدشات صحابہ کرام کے دور میں بھی تھے اور تابعین کے دور میں بھی تھے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا ہے کہ میرا قول صحیح ہے اس لئے لوگ میرے ہی فتوے پر عمل کریں گے کسی دوسرے عالم کے پاس نہیں جائیں گے۔ بلکہ انہوں نے یہ تصور قائم کیا تھا کہ دین کا کوئی مسئلہ معمولی نہیں ہے وہ فتوی دینے سے ڈرتے تھے اور انہوں نے صراحتا فرمایا تھا کہ قرآن وسنت کے مقابلے میں

میرے قول کو چھوڑو، لہذا امام ابو حنیفہؒ سے پوچھا گیا کہ "جب تم ایک قول کرو (فتوی دے دو) اور کتاب اللہ اس کے مخالف ہو تو امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے کہ میرے قول کو کتاب اللہ کی وجہ سے چھوڑو!، کہا گیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی بات اس کے مخالف ہو تو اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی خبر کی وجہ سے میرے قول کو چھوڑو، کہا گیا کہ اگر صحابہ کا قول اس کے مخالف ہو تو اس نے کہا کہ میرے قول کو صحابہ کی وجہ سے چھوڑو"۔[19] امام مالکؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک انسان ہو غلطی کرتا ہوں اور درست بھی کرتا ہوں، لہذا تم میری جو رائے کتاب و سنت کے موافق ہو اسے لے لو اور جو موافق نہ ہو اسے چھوڑو!۔[20] امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ "تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جس کے سامنے سنت رسول ﷺ ظاہر ہو گئی تو اسے کسی کے قول کی بناء پر چھوڑنا جائز نہیں ہے"۔[21] امام احمد بن حنبلؒ فرماتے تھے کہ "نہ میری تقلید کرو، نہ مالک کی تقلید کرو، نہ شافعی کی نہ اوزاعی اور نہ ہی ثوری کی تقلید کرو! جہاں سے علم انہوں نے لیا ہے وہیں سے تم لو!۔[22] اس لئے مسالک کی بنیاد جن پر ہے وہ خود دلیل اور تحقیق کے قائل ہیں نہ کہ شخصیت پرستی اور تحذب اور مسلکی گروہ بندی کے۔ اس لئے پہلی رائے کے قائلین کی رائے میں کچھ مشکلات پیدا ہوتے ہیں اس لئے ان کے مقابلے میں دوسری طرف پر نظر رکھنا چاہیے۔

دوسرے رائے کے قائلین نے جس سوچ اور فکر کو اجاگر کیا ہے اس میں یہ بات تو بالکل ظاہر ہے کہ صحابہ کرام تابعین اور ائمہ اربعہ اسی طرح مسلکی گروہ بندی اور تشدد کے قائل نہیں تھے بلکہ وہ قرآن اور سنت سے مدلل تحقیق کے قائل تھے اور تحقیق جس کے پاس تھی اس کی رائے پر عمل کرتے تھے اور اگر ایک عالم ایک مسئلہ میں محقق تھا اور دوسرے میں تحقیق کمزور تو یہ تصور نہیں تھا کہ یہ عالم نہیں جانتا بلکہ جس کو جو مسئلہ اچھا یاد تھا اس پر عمل کیا جاتا تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ قرآن و سنت تا قیامت دستور اور قانون ہے اور اور فقہاء کی آراء تبدیل زمانہ سے تبدیل ہو جاتی ہیں اس لئے ہر زمانہ میں محققین اور فقیہ لوگ ہونا چاہئے اور قرآن مجید اور احادیث سے نوازل کا حل نکالنا چاہئے۔ اور پہلے گزرے ہوئے فقہاء کی آراء کا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا فقہاء کی آراء میں کسی نے کمی بیشی کی ہے یا نہیں؟ اگر قرآن و سنت کی روشنی میں مسائل حل ہو جائے تو اصل قانون پر عمل ہو جائے گا اور لوگوں کی کمی بیشی کا بھی پتا چل جائے گا۔

دونوں قسم کی آراء کا جائزہ لیا گیا جن میں سے دوسری رائے کے قائلین کی تحقیقات اور دلائل میں وزن کچھ زیادہ ہے اس لئے دوسری رائے کے قائلین کے مطابق مسلکی بنیاد پر فتوی نویسی اور مسلکی بنیاد پر گروہ بندی اور مزید چھوٹے چھوٹے گروہوں میں صف بندی کرنا اور ایک دوسرے کے خلاف محاذ جنگ بنانا اور امت مسلمہ کو تقسیم کر کے ایک دوسرے کے مخالف کرنا اسلام کے اصل مقاصد کے خلاف ہیں اس لئے فتوی نویسی دین اسلام کی تبلیغ ہے اور تبلیغ عالمگیر ہونا چاہئے جس میں اسلام کی نمائندگی ہو اور فرقہ پرستی اور مسلکی تعصب نہ ہو تو یہ اسلام کے اصل مقاصد کے مطابق ہو گا اور اس سے اسلام کی اصل صورت سامنے آجائے گی۔

خلاصۃ البحث

موضوع "مسلکی بنیاد پر فتوی اہل علم کی نظر میں" چند مباحث پر مشتمل ہے جن میں سے موضوع کا تعارف اور اس میں علماء کے آراء کا تذکرہ ہے۔ پھر موضوع کی فقہی پہلوں میں علماء کی آراء کا جائزہ لیا گیا ہے جس میں دو قسم کی آراء سامنے آگئے ہیں۔ جن میں سے ایک رائے کے قائلین یہ دعوی کرتے ہیں کہ مسلکی بنیاد پر فتوی نویسی کرنا چاہئے اور دوسری رائے کے قائلین کا دعوی ہے کہ مسالک بہت بعد کی پیداوار ہے۔ مسلک پرستی کے علاوہ تحقیق کی بنیاد پر مسائل حل کرنا چاہئے، تحقیق میں جو دلیل وزنی ہو اس کے مطابق فتوی دینا چاہئے اور اس پر عمل کرنا چاہئے۔ اور مسلکی تحذب ،اسلام کی بنیادی مقاصد کے سامنے روکاوٹ ہے اس لئے فقہاء نے خود اپنے آپ کو اس سے بچایا ہے کہ کہیں ہم اللہ تعالی کی گرفت میں نہ آجائے لیکن بعض اہل علم نے ان باتوں کا خیال نہیں رکھا ہے بلکہ شخصیت پرستی کو ترجیح دی ہے اور اکابرین کے اقوال اور فتاوی کی پابندی کو لازم سمجھا ہے۔ محقق نے دونوں گروہوں کی آراء کا جائزہ لیا جن میں سے دوسری رائے، یعنی دلیل کی بنیاد پر تحقیق کو ترجیح دی جو کہ خیر القرون کے علماء کا طریقہ تھا۔

حوالہ جات

[1] القرآن، سورۃ المائدہ ایت 3۔

3. Alquran,suratulmaida

[2] اصفہانی، امام راغب، مفردات القرآن، فتی، دار القلم دمشق، ص625۔

Asfahani,imam raghib,mufradatulquran,darulqalam demishq ,p 625.

[3] ابن ابی بکر، محمد بن عبد القادر بن ابی بکر، مختار الصحاح، بیروت، لبنان، ج1 ص517۔

Ibnu abe bakkar,Muhammad ben abdulqader ben abe bakkar,mukhtar ul sehah ,beroot, lubnan,vol1,p 517.

[4] الجیزانی، محمد بن حسین، معالم اصول الفقہ عند اھل السنۃ والجماعۃ، المسئلۃ الاولی، تعریف الفتوی، دار ابن جوزی ص504۔

Aljezani,Muhammad ben Husain,maalam usool alfeqh ,almasaltul ola,tareef ul fatwa,dar ibne juzi ,p 504.

[5] القرآن سورۃ یوسف، ایت 43۔

Alquran surah yousuf 43.

[6] دسوقی، ابراہیم دسوقی بن ابراہیم، حاشیۃ دسوقی علی الشرح الکبیر للدردیر، باب الجہاد، دار الفکر بیروت، ج2 ص174۔

Dasooqe,ibraheem dasooqe ben Ibrahim,hashea dasooqe ala sharh elkabeer,babuljehad,darul fiker beroot,vol 2,p174,

[7] الرحیبانی، مصطفی بن سعد، مطالب اولی النھی، کتاب القضاء والفتیا، المکتب الاسلامی، مکتبۃ الشاملۃ ج19 ص220۔

Al rahebani,Mustafa ben saad,mataleb ole annuha,ketab ul qada walfutya,almaktab ul islame ,maktabatul shamela,vol 19,p 220.

[8] القرآن، سورۃ البقرۃ ایت120۔

Alquran,suratul baqara 120.

[9] علال، ڈاکٹر خالد کبیر علال، التعصب المذھبی، فی تاریخ مظاھرہ، دار المحتسب، ص،104۔

Allal ,doctor Khalid kabeer allal,altaasub almazhabe fe tareekh mazahereh,darulmuhtasib,p104.

[10] ابن العابدین، محمد امین، فتاوی شامی، مکتبہ حقانیہ نوشہرہ، ج3 ص263۔

Ibnulabdeen ,Muhammad amen,fatawa shame,maktaba haqqania,noshehra,vol 3,p 263.

[11] ابن الہمام، محمد بن عبد الواحد، التحریر فی اصول الفقہ، مصطفی البابی الحلبی واولادہ بمصر، ص552۔

Ibnul humam,Muhammad ben abdulwahed,altahreer fe usool alfeqh,Mustafa albabe alhalbe wa auladoho bemesr,p 552.

[12] پانی پتی، محمد ثناء اللہ، تفسیر مظہری، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ج1 ص518۔

Pani patti,Muhammad sanaullah,tafseer mazhari,daru ihyau aturas alarabe beroot,vol 1,p 518.

[13] عثمانی، مفتی تقی عثمانی، اصول الافتاء وادابہ کا آسان ترجمہ و تشریح، ادارہ اسلامیات کراچی تقلید اور متعین مذہب پروی، ص109، 110،، 94، 95، 108

Usmani ,mufti taqi usmani,usool ul ifta wa adaboh,idara islamyat Karachi,p 94,95,108,109,110.

[14] ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی، المکتبۃ الشاملہ، ج20 ص216۔

Ibne tamieh,majmuul fatawa,almaktabtul shamela,vol 20,p216.

[15] القرضاوی، ڈاکٹر یوسف القرضاوی، فتاوی یوسف القرضاوی، مترجم سید زاہد اصغر فلاحی، البدر پبلی کیشنز23، راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور، ج2 ص51 تا62

Alqardawe ,doctor yousuf alqardawe,fatawa yousuf alqardawe,albadar publicationes23,rahat market,urdu bazaar lahoor,vol 2,p 51to 62.

[16] مودودی، ابو الاعلی، استفسارات، مرتب اختر حجازی، گروہ بندی اور جماعت اسلامی کا لٹریچر، ج1 ص166، 165۔

Modoodi,abul ala,astfsarat.muratteb,akhtar hejazi,groohbandi our jamaat islami ka literator,vol 1,p 166,165.

[17] ابن باز، عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز، مجموع فتاوی، المکتبۃ الشاملہ، ج4 ص166۔

Ibne bazz,abdul aziz bne bazz,majmoo fatawa,almaktab tul shamela,vol4,p166.

[18] ابن عثیمین، محمد بن صالح بن عثیمین، الولاء ولبراء، المکتبۃ الشاملۃ ص39۔

Ibne usaimeen,Muhammad ben saleh ben usaimeen,alwala walbara,almaktabtul shamela,p39.

[19] الفلانی، صالح بن محمد بن نوح، ایقاظ ھمم لاولی الابصار للاقتداء بسید المھاجرین والانصار، دار المعرفۃ بیروت، ص50۔

Al fullani,saleh ben muhmmad ben nuh,auqaz humam le ole alabsar,lil iqteda be sayyad almuhajereen wal ansar,darulmarefa,beroot,p50.

[20] ابن عبد البر، جامع بیان العلم وفضلہ، دار الکتب العلمیہ بیروت، ج2 ص32۔

Ibne abdul bar,jameu bayan alilam wa fazluho,darul kutub alilmeaa, beeroot ,vol2,p32.

[21] ابن القیم الجوزیہ، مدارج السالکین، دار الکتاب العربی، بیروت ج2 ص335۔

Ibnulqayyam aljuzia,madarejussalekeen,darulketab alarabi,beroot,vol 2,p335.

[22] الفلانی، صالح بن محمد، ایقاظ ھمم لاولی الابصار، دار المعرفۃ بیروت، ص113۔

Alfullani ,saleh ben Muhammad,aqazu humam le ole alabsar,darulmarefa,biroot,p113.